

پر بھی عاید ہو رہی ہے۔ ہم نے موت و حیات کے اس قومی سوال کو مذہبی پیر مریدی کا مسئلہ جان کو اپنے مستقبل کو حیران و پریشان کر دیا ہے بد قسمتی سے کشمیر میں مسلمانوں کے دونوں بڑے فرقوں، سنیوں اور شیعہوں نے غلامی کے بڑے بڑے طوق اپنی اپنی گردنوں میں آویزاں رکھے ہیں۔ ہمارے اسلاف نے ایک بار جن حضرات یا خاندانوں کے ہاتھوں پر بیعت کی، ان کی غلامی کا قلاوہ ابھی تک ہماری گردنوں میں پڑا ہوا ہے۔ وہ غلطیوں پر غلطیاں کرتے رہے لیکن ہمیں یہ ہمت نہ ہوئی کہ ہم اٹھ کر ان کی غلامی کا جوا اپنے کندھوں سے اتار پھینکتے۔ حسرت ہے کہ ان پڑھ عوام کے ساتھ ساتھ ہمارے معاشرے کے پڑھے لکھے لوگ بھی اسی مرض میں مبتلا ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ دنیا پرست سیاسی اور مذہبی اجارہ دار نہایت آسانی سے سیاست اور مذہب کے میدانوں میں عیاری کے ساتھ ہمارا استحصال کر رہے ہیں۔ قرآن اور سنت نبویؐ نے سوچنے اور عمل کرنے کا ایک خاص اسلوب اور حق مسلمانوں کو دیا تھا لیکن مسلمانوں نے اپنے دینی و ملی فرائض نظر انداز کر دیئے اور اپنے حقوق غیر مشروط طور پر ان مذہبی اور سیاسی پیشواؤں کو دیئے۔ جو خلوص اور فراست سے خالی تھے۔ اپنے حقوق سے یہ دست برداری ہمارے لئے ہلاکت کا باعث بن گئی۔ اب یہ جس طرف چاہتے ہیں ہمیں ہانکتے اور راستے سے ہٹاتے رہتے ہیں۔ گزشتہ ۴۵ برس کے دوران کئی بار حالات و واقعات نے ہم سے کہا کہ ہم غلامی کے ان مرکزوں پر نظر ثانی کریں اور ایک انقلاب پسند راستہ اختیار کریں لیکن عام لوگ تو کیا ہمارے خواص اور تعلیم یافتہ لوگ بھی ابھی تک بے ہمتی کے شکار ہیں۔ حالانکہ دنیا پرست مذہب دار اور سیاست کار عوام کو احقر اور بھیڑ بکریاں سمجھ کر ان کی اون نوچتا، کھال اتارنا اور انہیں بے وقوف بنانا اپنا حق سمجھتے ہیں، ہماری غفلت، حماقت اور بزدلی و جمالت کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ یہاں ان کی لیڈری اور پیشوائی پر اعتراض کرنے کی ضرورت اس لئے محسوس ہو رہی ہے کیونکہ ان کی سوچ اسلامی، اور شوریائی نہیں ہے۔ ان کا سیاسی و مذہبی اسلوب ایک مسلم سوسائٹی کی انگلیوں، قدروں اور ضرورتوں کے شامیانہ شان نہیں ہے اور ان کے خیالات کشمیر میں آزادی اور انقلاب کے راستے میں حائل ہو گئے ہیں۔ ان کی سرپرستی اور رہنمائی میں انقلاب صفت نوجوانوں کی تربیت و تنظیم نہیں کی جاسکتی۔ اگر ایسا ہوتا تو آج تک ہمارے عوام کی بہترین صلاحیتیں صرف چند لیڈروں اور خاندانوں کی خدمت اور حفاظت کرنے میں ضائع نہ ہو جاتیں۔

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ان کیمپوں میں بھی ہمارے لئے کام کے آدمی پائے جاتے ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ غلط کیمپوں میں بیٹھے ہوئے تمام بھائیوں پر یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں کہ حریت اور حق خود ارادیت تلاش کرنے کے لئے وہ کیمپ موزوں نہیں ہیں جہاں وہ اس وقت بیٹھ کر اپنی بہترین صلاحیتیں ضائع کر رہے ہیں۔ اگر کشمیری عوام سچ سچ اس سیاسی نصب العین کی ہمار دیکھنا چاہتے ہیں جس کا نام حق خود ارادیت اور آزادی ہے تو ہماری تاکید ہے کہ وہ اپنے موجودہ قبلوں سے رخ پھیر لیں۔ مختلف استحصال پسند سیاسی و مذہبی اجارہ داروں کی غلامی کی طنائیں کاٹ ڈالیں، طالع آزما نوجوانوں پیشہ ور سیاست کاروں اور ان کی مختلف ٹولیوں سے ایک ٹھوس اور لائق اعتبار قیادت کی کوئی امید نہ رکھیں بلکہ آزادی اور جمہوریت کے سچے اسلامی اصولوں پر اپنے انفرادی، اجتماعی اور قومی اعمال کی بنیاد رکھیں اللہ کی طناب کو مضبوط تھام کر اپنے مسئلہ قومی نصب العین کے حصول کی خاطر ایک نیا پائیدار آشیانہ تعمیر کریں۔

نوجوانوں کی طالع آزمائی اور مہم جوئی

کشمیر کی تحریک حق خود ارادیت کے لئے جدوجہد نہ صرف بزرگ سیاست کاروں اور ان کی تنظیموں کے فرار و انحراف کی وجہ سے ہی بلکہ بعض نوجوانوں اور ان کی گروہ بندیوں کی وجہ سے بھی بے اعتبار بن گئی ہے۔ ہمارے ہاں طالع آزما، شہرت پرست اور مہم جو نوجوانوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ جنہوں نے نصب العین اور جدوجہد آزادی کو ایک سنسنی خیز فلم سمجھ لیا ہے۔ سڑکوں میدان کو سینما ہال کا پردہ سمجھیں۔ نوجوان کبھی کبھی ہماری تحریک ملی کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جو سلوک ایک فلمی اداکار، قسم قسم کے روپ بنا کر اپنی شخصیت اور سیرت کے ساتھ کرتا ہے۔ آزادی کی جدوجہد اور سیاسی انقلاب بچوں کا کھیل نہیں۔ کٹھ پتلیوں کا کوئی ناچ نہیں۔ نہ یہ جرائم پسند ٹولیوں کی دوڑ دھوپ کا نام ہے۔ یہ اصحاب ایمان و استقلال کی مسلسل منظم اور متحدہ جدوجہد کا نام ہے۔ انقلاب وطن کے نصب العین کے لئے ایثار پیشہ، وفا شعار، سلیم الفطرت اور سلیم العقول لوگوں کا رہنما قافلہ جب تک منظم اور متحد نہیں ہوتا۔ اس وقت تک یہ قوم بھٹکتی اور غلامی کے اندھیرے میں آوارہ گردی کرتی رہے گی۔ چاہے آپ دنیا بھر کا اسلحہ اور گولہ بارود جمع کر کے ان

جوانوں کے کندھوں پر ہی کیوں نہ رکھیں۔ یہ ہتھیاروں کی نمود و نمائش کے ذریعے اپنوں کو دھوکا دیں گے اور اپنی ذاتی اور نفسانی اغراض کے لئے اپنے بھائیوں کا خون گرائیں گے۔

اس لئے میری ادنیٰ رائے ہے کہ جو اصحاب آزادی کے بارے میں سچ سچ مخلص اور سنجیدہ ہیں ان کو سب سے پہلے متحد اور منظم ہو کر اطاعت شعاری ہم آہنگی اور یک سوئی کے ساتھ کام کرنا چاہئے ایمان، اتحاد اور نظم کے فقدان میں کوئی ہماری بگڑی نہیں بنائے گا، کوئی ہماری گرہ نہیں کھول سکے گا اور اللہ ہرگز ہماری مشکل کشائی نہیں کریں گے۔

آزادی کا صحیح مفہوم

کسی نظریہ اور نصب العین کا نعرہ ہی رٹنا کافی نہیں ہے بلکہ سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ جس نظریے اور نصب العین کا نعرہ بلند کیا جائے اس کا ایک صحیح اور بے لاگ معنی و مفہوم آپ کے ذہن اور شعور میں رچ گیا ہو، اگر بد قسمتی سے آپ اپنے کسی نظریے کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے اور اس کا اصلی مفہوم شعور میں اتارنے میں ناکام رہے۔ تو آپ بہت جلد ٹھوکریں کھا کھا کر اصل راہ سے بھٹک بھی سکتے ہیں۔ ہماری طویل سیاسی جدوجہد کا المیہ یہی ہے کہ ہماری اکثریت نے ابھی تک آزادی حق خود ارادیت اور جمہوریت کا صحیح اور اصلی مفہوم معلوم نہیں کیا۔ ہم ایک مسلمان قوم ہیں لیکن ابھی تک ہماری سمجھ میں نہیں آیا ہے کہ اسلام مہد سے ملے کر لحد تک اور گھر سے ایوان حکومت تک ایک مکمل حرکت پذیر اور لچک دار ضابطہ زندگی کا نام ہے۔ جس کی سرپرستی اور بالادستی کے لئے جدوجہد کرنا شیوہ مسلمانی اور فرض اسلامی ہے۔ اسلام کے تصور کاملیت تک رسائی نہ ہونے کے باعث ہمارا تصور آزادی بھی پھیکا اور بے روح رہا۔ ہم ادھر ادھر ٹھوکریں کھاتے رہے اور کسی نے ہمیں یہ نہ سمجھایا کہ اسلام کی نظر میں ایک مسلمان قوم کی سیاسی آزادی کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ ایک مملکت اس علم، خبر اور قانون کے مطابق اپنے عوام کی انفرادی، اجتماعی اور قومی زندگی کے تمام شعبوں کی تشکیل نو کی پابند بن گئی ہو۔ جس کے بنیادی اصول و احکام قرآن حکیم نے جاری کئے ہیں۔ اور جس کی عملی تعبیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی ۲۳ سالہ پیغمبرانہ زندگی اور خلفائے راشدین

نے اپنے دور میں دنیا کو دکھائی تھی۔ اگر دنیا کے کسی مسلم اکثریتی ملک کے اندر مسلمان اس نعمت سے محروم ہیں تو انہیں غلام ہی کہا جائے گا۔ اگرچہ انہیں ایسی مملکت کے اندر مسجدیں تعمیر کرنے، نمازیں پڑھنے، روزے رکھنے اور حج پر جانے کی رعایات حاصل ہوں۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ اس نظریے کو اپنے مخصوص دل نشین انداز میں یوں اظہار کر گئے تھے۔

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
نادان یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد
ایک غلام ملک میں مسلمانوں کی عید کو بھی وہ مسرت اور امید کی نظر سے
نہیں دیکھتے ہیں۔

عید آزادوں شکوہ ملک و دین
عید محکوماں ہجوم مومنین

اسی طرح انہیں ایک غلام قوم کی نظر اور خبر بھی بے وقعت اور حقیر دکھائی دیتی ہے۔ جو اعتبار کے لائق نہیں۔

بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردان حر کی آنکھ ہے بینا

ہمارے خواندہ اور ناخواندہ عوام کی اکثریت نے شیخ محمد عبداللہ کی اقتدار نشینی کو آزادی قرار دے کر سیاسی اور قومی آزادی کے تصور کو رسوا کر دیا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں جب شیخ محمد عبداللہ پہلی بار افواج ہندوستان کی موجودگی میں گدی نشین ہو گئے تو یار لوگوں نے ناچا کہ آج ہم آزاد ہو گئے۔ حالانکہ عالمی ادارہ تک نے انہیں بتا دیا کہ ابھی تو تم آزاد نہیں ہوئے ہو، لہذا یہ جھوٹے اور اچھلنے کا وقت ہی نہیں۔ لیکن وہ کب ماننے والے تھے۔ انہوں نے جھٹ معاہدہ دہلی ۱۹۵۲ء پر بھی دستخط کئے اور اپنے بل والے پرچم کے ساتھ ساتھ پرچم ہند بھی لہرایا۔ ۹ اگست ۱۹۵۳ء کو شیخ محمد عبداللہ وزارت عظمیٰ سے معزول کر کے جیل بھیج دیئے گئے اور ۱۹۵۵ء میں ان کے حامیوں نے محاذ رائے شاری کا قیام عمل میں لا کر حق خود ارادیت اور آزادی کے حصول کے لئے ایک منظم جدوجہد شروع کی انہوں نے ہندوستان سے کہا کہ اہل کشمیر کو حق خود ارادیت کا بنیادی اور پیدائشی حق دیئے بغیر کشمیر میں اس کی موجودگی سراسر غیر اخلاقی، غیر قانونی اور جاہلانہ ہے اور اہل کشمیر کو بتا دیا کہ آزادی اور حق خود ارادیت کے

حصول کے بغیر ان کی زندگی غلامانہ ہے۔ اس لئے انہیں غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کے لئے شیر کشمیر کی قیادت میں مسلسل جدوجہد کرنی چاہئے شیخ محمد عبداللہ اور مرزا افضل بیگ اور ان کے دوسرے رفیقوں نے کشمیر کے گوشے گوشے ہی کو نہیں بلکہ سری نگر کی تاریخی جامع مسجد اور آثار شریف حضرت بل کی مشہور مسجد و زیارت گاہ کو بھی اپنے عہد و پیمان کا گواہ بنا دیا۔ یہ صورت حال کم و بیش ۱۹۷۴ء تک جاری رہی جب بیگ پارتھاسار تھی مذاکرات کے نتیجے میں ایک اور معاہدہ دہلی پر دستخط ہو گئے۔

شیخ عبداللہ کے دوبارہ برسر اقتدار آنے کے بعد لوگوں نے پھر سے یہ کہنا شروع کیا کہ اب کشمیر آزاد ہے۔ چنانچہ ۱۹۷۷ء کے اسمبلی انتخابات کے دوران انہوں نے قانون ساز اسمبلی کے انتخابات کو رائے شماری کے ہم معنی قرار دے کر شیخ محمد عبداللہ کے سر پر تاج حکومت رکھ دیا۔ صاف ظاہر ہے کہ ہمارے بہت سارے بھائیوں کی نگاہ میں آزادی کا دوسرا نام ”اقتدار عبداللہ“ ہے، اور جب تک ہماری قوم اس قسم کے لالچیں اور توہم پرستانہ خیالات پر بہ ضد رہے گی اس کے قومی امراض کا علاج نہیں ہو گا اور وہ برابر بھٹکتی اور ٹھوکریں کھاتی رہے گی۔ اس قسم کے تمام فرسودہ اور جاہلانہ خیالات آزادی اور حق خود ارادیت کی غلط، خود غرضانہ، خود ساختہ اور مضحکہ خیز تعبیر ہیں۔ یہ ہمارے ایمان کے لئے مسلک، ہمارے مستقبل کے لئے تباہ کن اور ہماری دانش وری کے لئے حماقت ہے۔ غلامی کی زنجیروں کو کاٹنے کے لئے ضروری ہے کہ عوام کو جاہلانہ ذہنیت سے چھٹکارا دلایا جائے اور ان کے قائم کردہ لات و منات چور چور کر دیئے جائیں۔

خفیہ ایجنسیوں اور مرکزی تنظیموں کے نقصانات

۱۹۴۷ء سے لے کر آج تک ہندوستان نے جموں و کشمیر میں ایک مستحکم جاسوسی نظام کو تقویت پہنچائی ہے۔ آج حکومت کشمیر کا نہ صرف اپنا ایک وسیع جاسوسی نظام ہے بلکہ حکومت ہند کی کئی جاسوسی ایجنسیاں پوری ریاست کے گوشے گوشے میں کام کر رہی ہیں۔ اب تک ان سب خفیہ سراغ رساں ایجنسیوں میں آئی بی کو نمایاں پھیلاؤ اور استحکام حاصل ہوا ہے۔ کشمیر میں خفیہ جاسوسی نظام پر بے اندازہ رقبات خرچ کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ بھارت اس ریاست میں عوام کی قدرتی اور دلی ہمدردی سے نہیں بلکہ جاسوسوں کے پھیلاؤ سے حکومت کرنے اور

کرائے میں یقین رکھتا ہے۔ اس طرح اس کے استدلال اور دعوے کی رتیلی عمارت بھی سرک گئی ہے۔ اگر اس کے قائم کردہ جاسوسی کنکشن سسٹم کے کسی ایک پرزے میں بھی ادنیٰ سی خامی پیدا ہو گئی تو کشمیر میں اسکی سرداری اور اس کے طفیلیوں کا اقتدار زمین بوس ہو جائے گا۔

آئی بی کی زیادہ تر توجہ تعلیمی اداروں اور تعلیم یافتہ بیروندگانوں کی طرف ہے۔ جہاں وہ نوجوانوں کو جاسوسی کے عوض روٹی کمانے کا نسخہ دیتی ہے، وہ بعض نوجوانوں کی گردنوں میں اپنا پھندا ڈالنے میں کامیاب ہو گئی ہے اور اس طرح ان کے ضمیر اور ایمان کو داغدار کر گئی ہے۔ اس نے یہاں کے معاشرے تک اپنی رسائی حاصل کرنے کے مختلف طریقے بھی استعمال کئے۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ ہمارے عوام کے درمیان پیار اور محبت کی جگہ نفرت اور دشمنی، تذبذب اور بد اعتمادی نے لی ہے۔ حتیٰ کہ اب اکثر لوگ ایک دوسرے کو مشکوک خیال کرتے ہیں اور آدمی کو اپنے سایے سے بھی ڈر لگتا ہے شیخ محمد عبداللہ کو طویل عرصے تک کشمیر میں ہندوستان کے اس ڈراؤنے انداز حکمرانی سے زبردست شکایات رہیں اور وہ اکثر و بیشتر نوجوانان کشمیر کو آئی بی کی حرکات سے خبردار بھی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ہند کے ساتھ اپنی زندگی کی آخری سودا بازی کے آخری ایام میں انہوں نے واضح طور پر یہ تاثر دیا تھا کہ وہ اقتدار حاصل کرنے کے بعد کشمیر میں آئی بی کے جال (Net Work) کو پھاڑ دالیں گے لیکن حسرت ہے کہ آخر کار وہ بھی بے بس ہو گئے اور اپنے برادران وطن کو اس کی خوف ناکوں سے نجات نہ دلا سکے۔

بہر حال ہندوستان کے حکمرانوں کو ایک نہ ایک روز پتہ چلے گا کہ کشمیر میں ان کا قائم کردہ سارا جال بے فائدہ تھا اور اس کی خاطر صرف کیا گیا ہندوستانی عوام کا سارا سرمایہ برباد ہو گیا ہے۔

خفیہ جاسوسی جال کی طرح کشمیر میں ہند کی مرکزی جماعتوں کا قیام اور پھیلاؤ بھی کشمیر کے لئے نقصان دہ ہے۔ ان تنظیموں نے بھی بچپنے میں برس میں کشمیر کے قومی کردار کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اور ہماری رہی سہی وحدت کو بھی پارہ پارہ کر دیا۔ لہذا ہمیں اپنے قومی اور سیاسی نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے تمام ہندوستانی تنظیموں، آلہ کار جماعتوں اور خفیہ سراغ رساں ایجنسیوں سے اپنا وجود اور معاشرہ پاک و صاف کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

مسئلہ کشمیر کے آخری حل کا مطالبہ کیوں؟

برصغیر اور اقوام متحدہ کے مفادات

ہندوستان، پاکستان اور انجمن اقوام متحدہ کے بہترین مفادات کا تقاضا یہ ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کے عوام کے مستقبل کا سوال عزت، عدل، راستی اور خوش دلی کے ساتھ جلد از جلد طے کیا جائے۔ اگر تیسری دنیا کے اس سنگین سوال کے حل کی کوششوں کی جانب سنجیدہ اور ٹھوس کوششیں مرکوز نہ کی گئیں تو ڈر ہے کہ ہند اور پاکستان ایک بار پھر میدان جنگ میں اتر کر اپنی تلواروں کو بے نیام کر دیں گے اور دنیا کا یہ حساس علاقہ مختلف طاقتوں کا حربی اکھاڑہ بن جائے گا۔

کشمیر کے مسئلہ الحاق کی پیدائش سے لے کر آج تک ہند اور پاکستان اپنی بہترین صلاحیتیں افرادی قوت اور اپنے وسائل پیداوار عوام کی معاشی، خوشحالی، تعلیمی ترقی اور طبی خدمات میں استعمال کرنے کے بجائے زیادہ تر اپنی اپنی فوجوں کی عددی قوت اور حرب و ضرب کی صلاحیت بڑھانے اور جنگی اسلحہ کے انبار لگانے پر صرف کر چکے ہیں اس صورت حال نے ہند اور پاکستان کے عوام کو بد اعتمادی اور تذبذب کے گرداب میں گرفتار کر رکھا ہے۔ انہیں بھوک بیماری، جہالت اور توہم پرستی کے جن مشترکہ دشمنوں کا سامنا ہے ان کے خلاف وہ دونوں ابھی تک کوئی منظم اور متحدہ جدوجہد شروع نہیں کر سکے ہیں۔

ریاست جموں و کشمیر کے سوال پر بھارت اور پاکستان کے باہمی اختلافات کی وجہ سے آج تک جنگوں اور سرحدی جھڑپوں میں دونوں طرف کے بے شمار لوگ بارود کے دھوئیں میں اڑائے جا چکے ہیں۔ بے شمار بچے یتیم، لاقعداد عورتیں بیوہ اور لاکھوں عوام بے خانماں ہو گئے ہیں۔ مال و جان کے اس بے اندازہ ضیاع کو روکنے کے لئے ضروری ہے کہ مسئلہ کشمیر کا ایک حتمی اور پائیدار حل تلاش کیا جائے۔ اس تاخیر کی وجہ سے خود اہل کشمیر کا متاثر ہونا بھی ایک قدرتی امر ہے کشمیر کی جنگی تقسیم نے مادر کشمیر کے بھائی، بہنیں اور ماں بیٹے اور دوسرے خولیش و اقارب ایک دوسرے سے جدا کئے ہیں۔ ریاست کے قدیم قدرتی خشکی اور ہوائی راستے اہل کشمیر کے لئے بند پڑے ہوئے ہیں اور آر پار ہماری نقل و حرکت پر سخت قسم کی پابندیاں عائد ہیں۔ ہمارے بدنصیب عوام علاقے میں محصور کر دیئے گئے ہیں، اور بیرونی

دنیا کے ساتھ ہمارے رابطے محدود ہیں۔ کوئی بھی کشمیری باشندہ خفیہ پولیس کی مقررہ کسوٹی پر پورا اترے بغیر بیرونی دنیا کی سیروسیاحت کے حق سے بھی محروم ہے۔

عالم اسلام سے علیحدگی

کشمیر کی موجودہ صورت حال نے یہاں کی مسلمان اکثریت کو مسلم اقوام کی آزاد دنیا کے بین الاقوامی اسلامی دھارے سے دور کر رکھا ہے۔ اس طرح اسلامیان کشمیر سیاست، معیشت، ثقافت، تعلیم، معاشرت اور سائنس کے میدانوں میں ہونے والی اسلامی تبدیلیوں سے فیض یاب نہیں ہو رہے ہیں جن سے آج کا عالم اسلام عبارت ہے۔

مغرب و مشرق کی سامراجی طاقتوں اور انتشار پسند عناصر کی سازشوں کے باوجود دنیائے اسلام کے بعض ممالک اسلامی انقلاب کے گرج دار دور میں داخل ہو گئے ہیں جگہ جگہ آزادی، اتحاد، احیائے نو اور انقلاب کے ایک جیسے نعرے گونج رہے ہیں حتیٰ کہ اس کہ ارض پر پھیلی ہوئی غیر اسلامی دنیا بھی ایک نئی صدائے انقلاب و احیاء کو قابل اعتنا قرار دینے پر مجبور ہو گئی ہے۔ اسلام اپنے علمی، قانونی اور تہذیبی سرمائے کو زندہ کرتے ہوئے کامیابی و کامرانی کی نئی نئی منزلیں طے کر رہا ہے۔ اس نئے دور اسلام میں ایک نیا عالم اسلام وجود میں آ رہا ہے جس کی قیادت و رہنمائی کا سہرا فکر اسلامی کے سر ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس دنیا میں ایک نئی دنیا وجود میں آ رہی ہے۔ جس کے نقیب اور قائد مسلمان بن گئے ہیں۔ اسلامی علوم و فنون اور فقہ کے میدانوں میں اسلامی اسکالر اور قانون دان ریسرچ کے نئے نئے دروازے اور عمل کے نئے راستے کھول رہے ہیں۔ اور سائنس، ٹیکنالوجی اور فقہ کو اسلام کی بلندیوں، گہرائیوں اور پہنائیوں سے آشنا کرنے اور قرآن و سنت کی روشنی میں نئے نئے مسائل حیات کا حل دریافت کرنے کے لئے عظیم الشان یونیورسٹیاں اور تحقیقی ادارے وجود میں آ رہے ہیں۔ دنیا کے مختلف ملکوں کے اندر بسنے والی مسلمان اقلیتوں یا غلام مسلمان علاقوں کے مسائل و معاملات سے نمٹنے کے لئے شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی جده میں ”مسلمان اقلیتوں کے مسائل کا ادارہ“ وجود میں آ گیا ہے۔ موجودہ خبر رساں ایجنسیوں کی عالم گیر صحافتی بددیانتی اور اسلام دشمنی کا توڑ کرنے اور دنیا کو اسلام اور مسلمانوں کے سچے اور صحیح مسائل سے آگاہ کرنے کے لئے بین الاقوامی اسلامی نیوز

ایجنسی وجود میں آگئی ہے۔ بکھری ہوئی اسلامی اقوام کا معاشی انحصار مٹانے اور غریب مسلم اقوام کو مغرب و مشرق کے سامراجیوں کی اقتصادی و سیاسی گرفت سے چھڑانے کے لئے عالم گیر اسلامک بینک قائم ہو گیا ہے اور رفتہ رفتہ اسلامی ممالک کے ہاں بلا سود بینک کاری کے نظام کو استوار کیا جانے لگا ہے۔ اسی طرح اسلامی اقوام کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرنے، انہیں دفاعی ضروریات میں خود کفیل بنانے اور غلام مسلمان ملکوں کو آزاد کرانے کے لئے بھی شروعات ہو چکی ہیں۔ بین الاقوامی صیہونی اور سامراجی نثر گاہوں کی اسلام دشمن نشریات کو بے اثر کرنے اور دنیا کو عالم اسلام کے ٹھیک ٹھیک حالات سے آگاہ رکھنے کے لئے مختلف زبانوں والی ایک بین الاقوامی اسلامی نشر گاہ کے قیام کی تیاریاں بھی کی جا رہی ہیں اور بین الاقوامی اسلامی سیکرٹریٹ ان تمام شعبوں کی سرگرمیوں کو ایک محور، مرکز اور معنی و مفہوم عطا کر کے ۱۵ ویں صدی کے اسلامی آفتاب کے طلوع کا خواب پورا کر رہا ہے۔ اگرچہ لبنان کے حالیہ المیہ سے ظاہر ہے کہ موجودہ دور میں ابھی تک مسلمان خاص کر عرب مسلمان قیادتیں ایمان کا چودہ سو سالہ قرآنی ورثہ بروئے کار نہیں لاسکی ہیں اور نہ طاقت اور توانائی کے قدرتی وسائل ملت اسلامیہ کے مجموعی استحکام و دشمنان اسلام کی بیخ کنی اور باہمی اتحاد و اتفاق کی راہوں میں پوری طرح صرف کر رہی ہیں۔ جس کے نتیجے میں فلسطینی، لبنانی اور افغانی مسلمانوں کا قتل عام عمل میں آچکا ہے۔ فلسطینی لبنان سے اور افغانی افغانستان سے ہجرت پر مجبور کئے جا چکے ہیں اور لبنانی مسلمان عیسائی تشدد پسندوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔

قضیہ کشمیر کی موجودگی میں کشمیر کے عوام ایک ہلاکت آفرین خول میں بند ہو گئے ہیں۔ جہاں موجودہ صدی کے احیائے اسلام اور انقلاب اسلامی کی خوش گوار جھونکوں کا گذر ایک مشکل امر ہے اور یہ مسلم اکثریتی ریاست ان تبدیلیوں سے کوئی فیض حاصل کرنے سے محروم اور کوئی رول ادا کرنے سے قاصر ہے مسلمانوں کی اکثریت ہونے کے باوجود یہاں اسلام اور اس کے تصورات کے ساتھ تعلیمی اداروں میں غیریت کا سلوک ہو رہا ہے اور پرائمری سے لے کر یونیورسٹی سطح تک ایک ایسے نصاب تعلیم کو رائج کیا گیا ہے جس میں قرآن، حدیث اور عربی زبان کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رکھی گئی ہے۔ اس طرح نہایت سوچ سمجھ کر بنی مسلم پود کو اسلامی تعلیمات اور عربی زبان سے جدا کر دیا جا رہا ہے اور پرائمری سے لے کر یونیورسٹی تک نصاب

تعلیم اور لسانیاتی پوسٹ گریجویٹ شعبوں کو دیکھ کر یہ تاثر مل جاتا ہے کہ یہاں مسلمانوں کی کوئی برائے نام ہستی بھی آباد نہیں ہے۔ سیکورلرازم اور ریڈیکل ازم کے نام پر ریاست کے وظیفہ خواروں اور نام نہاد دانش وروں نے اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور دیگر علمی، ادبی و نشریاتی اداروں میں اسلام، شعائر اسلام، اسلامی قانون اور اسلامی زبان (عربی) کے خلاف پروپیگنڈا کر کے فضا کو اس حد تک حوصلہ شکن اور مسموم بنا دیا ہے کہ کسی مسلمان طالب علم کو مدرسے یا کالج میں عربی سیکھنے سے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے اگر کوئی بچہ اپنے اسکول یا کالج میں عربی اختیار کرنا چاہے بھی تو اسے کوئی استاد ہی نہ ملے گا۔

عربی کی حوصلہ شکنی کرنے کے بعد والدین اور بچوں میں اس زبان کو سیکھنے کا ذوق و شوق کیسے پیدا ہو۔ انہیں یہ تاثر دیا گیا ہے کہ یہ ایک گئی گزری زبان ہے۔ جس کو سیکھنے کے دوران ایک طالب علم کی عمر ضائع ہو جاتی ہے اور اس کو کسی مستحکم معاشی وسیلے کی کوئی ضمانت نہیں ملتی ہے۔ اس قسم کے مسموم پروپیگنڈے کے بعد یہ قدرتی بات ہے کہ والدین اپنے بچوں کو صرف ان زبانوں کے پڑھانے پر بھیجیں گے جو زبانیں معاشی اعتبار سے لائق اعتبار خیال کی جائیں گی۔ یہ سلوک ایک ایسی زبان کے ساتھ روا رکھا گیا ہے جو قرآن کی زبان ہے اور اسلام اس ریاست کی اکثریت کا دین ہے۔ کشمیر کے ارباب اختیار کو ایک ایسی زبان کے ساتھ یہ ہتک آمیز رویہ اختیار کرنے پر کبھی شرم نہ آئی۔ جو دنیا کے ایک بہت بڑے رقبے پر پھیلے ہوئے کروڑوں عوام کی مادری زبان بھی ہے۔ جن کے ساتھ قدیم زمانے سے اہل ہند کے تجارتی اور دیگر قسم کے تعلقات آج تک برابر ترقی کر رہے ہیں۔ ہندوستان اور کشمیر کے ارباب اقتدار کو عرب نوازی کا راگ الاپتے ہوئے کبھی تھکاوٹ نہ ہوئی اسی طرح ریاست کے مدرسوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا نصاب تعلیم مرتب کرنے والے ماہرین اور ارباب اختیار کو اس بات کی کوئی پروا نہیں ہے کہ ایک مسلم اکثریت والے علاقے سے آنے والے بچوں کے والدین کی امتگیں کیا ہیں۔ اس لئے انہوں نے اسلامیات کو مسلمان بچوں کے لئے ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل نصاب نہیں کیا ہے۔ اس طرح ہمارے سکولوں میں بچوں کو سیرت رسول کریم، سیرت صحابہ و صحابیات، سیرت خلفائے راشدین اور ان کے اسلوب حکمرانی کے خود خال واضح طور پر ذہن نشین نہیں ہوتے۔ کالجوں میں یہ اچھی طرح محسوس ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیم و تاریخ

کے ساتھ ارباب اختیار کا تعصب کتنا گہرا ہے اور جب ہمارے طالب علم یونیورسٹیوں میں داخلہ لیتے ہیں تو یہ احساس اور زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ اس طرح ہمیں خوب سمجھ میں آتا ہے کہ اس ریاست میں اسلام کی بقا اور مسلمان عوام کے اسلامی تشخص کے بارے میں حکمرانوں کے ارادے اور عزائم کیا ہیں۔ وہ کس کس رنگ کے خواب دیکھ رہے ہیں اور اسلام کو مسلم معاشرے سے بے دخل کرنے کے لئے ان کے طور طریقے کتنے عیارانہ ہیں۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کشمیر کی جنت میں جس تہذیب و ثقافت کی شراب بہہ رہی ہے، وہ سب کچھ ہونے کے باوجود اسلام کی لائی ہوئی شراب ایمان و عصمت نہیں ہے۔ اسی طرح ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جن علوم و اقدار کا چراغ جل رہا ہے۔ وہ کچھ بھی ہو۔ لیکن وہاں اسلام کے چراغ علم و عرفان اور فلسفہ و حکمت کے جلانے کا کوئی تیل فراہم نہیں ہے اس بات سے انکار نہیں کہ کشمیر کی بڑی بڑی مسجدوں اور زیارت گاہوں میں نمازوں، دعاؤں اور وعظ خوانی کا سماں ہے۔ لیکن اس ماحول میں روح انقلاب ناپید ہے۔ کیونکہ غلاموں کے قائد اور امام علامہ اقبالؒ کی زبان شعر میں ابلیس کی اس نصیحت پر عمل پیرا ہیں۔

مست رکھو ذکر و محضر جگاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے
جب کہ اسلام اپنی تربیت گاہوں، تعلیم گاہوں اور عبادت خانوں سے انقلاب
صفت افراد کے ظہور کی آرزو لئے ہوئے ہے بقول اقبالؒ۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

غیر یقینی صورت حال

مسئلہ کشمیر کے تجارتی اور اقتصادی پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہوئے ہم کشمیر کے حدود اربعہ کو نظر انداز نہیں کر سکتے ہماری ریاست نیم براعظم ہندوستان اور پاکستان کا دور افتادہ شمالی حصہ ہے۔ جس کا رقبہ چوراسی ہزار چار سو اکر مرلح میل ہے اور مرکزی اور جنوبی ایشیا کے درمیان واقع ہے۔ کشمیر ایشیا کا دل ہے، اور جنگی نقطہ نظر سے اس کا محل وقوع بڑا اہم اور انوکھا ہے۔ کیونکہ اس کی سرحدیں پانچ ملکوں پاکستان، ہندوستان، افغانستان، روس اور چین سے ملتی ہیں۔ ہماری سات سو میل لمبی

سرحد پاکستان کے ساتھ اور ساڑھے تین سو میل لمبی سرحد بھارت سے ملتی ہے۔ بھارت سے ملحقہ سرحد زیادہ تر پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ جو موسم سرما میں برفباری کے باعث ناقابل عبور رہتی ہے۔ اس سرحد کا صرف تیس میل لمبا حصہ قابل عبور ہے جب کہ پاکستان سے ملنے والی کشمیر کی سرحد کو سڑکیں اور دریا کئی مقامات سے ملاتے ہیں جن کے ذریعے کشمیر سال بھر بیرونی دنیا سے اپنا تعلق قائم رکھ سکتا تھا

مسئلہ الحاق کی موجودگی میں ہم ۱۹۴۷ء سے ہی ریاست کی اہم تجارتی شاہراہوں اور ہوائی راستوں کے استعمال سے محروم ہو گئے ہیں ایک بانہال کارٹ روڈ باقی رہتی ہے۔ جس کے ذریعے ہمیں بیرونی دنیا سے تعارف اور تجارت کرنے کی اجازت ہے لیکن یہ راستہ اس حد تک غیر فطری، غیر قدرتی اور بے اعتبار ہے کہ اسے مصنوعی انسانی کوششوں کے قدرتی بنوانے کی ہماری تمام مساعی ہر سال ناکام ہو جاتی ہے۔ محض ملک گیری کی ہوس کو پورا کرنے اور اپنا جھوٹا وقار برقرار رکھنے کے لئے ہندوستان بانہال روڈ پر سرکنے اور پھسلنے والے بوسیدہ پتھروں اور مٹی کے ٹودوں کو فولادی بنانے کے لئے ہر سال ملک کا بے اندازہ سرمایہ برباد کر رہا ہے لیکن کمزور پہاڑی سلسلوں سے گزرنے والا یہ راستہ اپنی بے اعتباری اور ناپائیداری کا کوئی جواب نہیں رکھتا، اور سرما ہو یا گرما، ہمارے ہوا خزاں، بادلوں کے چند ٹکڑے اور بوندا باندی کے چند لمحے اس راستے کو بے سادھ اور بے اعتبار بنا کر ہزاروں قافلے والوں، مسافروں، ٹرکوں اور بسوں کے لئے مرگ و حیات کی کشمکش کا ڈرانا منظر پیش کرتے ہیں بانہال سرنگ تعمیر کرنے اور ہر سال خزانوں کے خزانے لٹانے کے باوجود یہ راستہ مسافروں کے لئے کوئی نہ کوئی غیر معمولی رکاوٹ، پریشانی اور زحمت کا پیغام لے کر آتا ہے۔ بانہال کارٹ روڈ پر موسمی حالات دگرگوں رہتے ہیں۔ یہ راستہ اکثر پھسل جاتا ہے اور ٹریفک کے چالو رہنے میں سنگین رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ برسوں کا تجربہ بتا رہا ہے کہ جب کبھی بانہال کے اونچے سلسلہ کوہ پر برف باری ہوتی ہے تو بانہال اور بٹوت کے درمیانی خطے میں بارشیں برس کر مٹی کو بہاتی اور ٹریفک کو معطل کر دیتی ہیں۔

کشمیر کے مسافروں اور تجارتی قافلوں کے لئے یہ سڑک گراں سفر فاصلے کی حامل ہے۔ اس راستے کو استعمال کرتے ہوئے کشمیری اپنے سرمائی دارالحکومت تک پہنچنے کے لئے دو سو میل کا دشوار گزار سفر ٹرک سے شام تک مکمل کر دیتے ہیں اور بھارت کے دارالحلافے نئی دہلی تک پہنچنے کے لئے مسافروں اور تجارتی قافلوں کو مزید

دو سو میل کے سفر کے اخراجات کا بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس قدیم اور محکم جہلم ویلی روڈ کے ذریعے کشمیری قافلے صرف دو سو میل کاٹ کر پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں داخل ہو سکیں گے۔ اس طرح دہلی کے مقابلے میں سری نگر راولپنڈی سڑک پر لوگوں کے آنے جانے اور تجارتی مال و اسباب کے لانے لے جانے کے اخراجات بہت ہی نرم ہوں گے۔ یہی حال ہمارے ہوائی مسافروں اور قافلوں کا بھی ہو گا۔ دہلی سری نگر پر وازوں کے مقابلے میں اسلام آباد کے بین الاقوامی ہوائی اڈے اور سری نگر کے ہوائی مستقر کے درمیان کم وقت اور کم کرایہ صرف ہو گا۔ خود بین الاقوامی سیاحوں کے لئے دہلی کے مقابلے میں اسلام آباد کے بین الاقوامی ہوائی اڈے سے اڑ کر سری نگر کے اڈے پر اترنا ہی لائق فوقیت ہو گا۔

ان تمام مشکلات اور نقصانات کے باوجود ہم کشمیر سے برآمدی اور درآمدی مال و اسباب لانے اور لے جانے کے لئے ہندوستان کے علاقوں کا سفر کرتے ہیں تو ہمیں جگہ جگہ فرقہ وارانہ ذہنیت کے خوفناک مظاہرے دیکھنے کا تجربہ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارے تعلیم یافتہ بے روزگار ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ملازمت کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ خود ہند کی حکومت بھی کشمیر کے مسلم نوجوانوں کو مختلف مرکزی محکموں میں جگہ دینے میں لیت و لعل اور تعصب کا مظاہرہ کرتی ہے۔

یہ اور ان جیسے دوسرے عوامل اس امر پر دلالت کر رہے ہیں کہ مسئلہ کشمیر اور ریاست کی فوجی اور جنگی تقسیم نے کشمیری عوام کی آزادی فکر و عمل سلب کر ڈالی ہے۔ ہند اور پاکستان کے درمیان نفرت اور دشمنی کے کانٹوں کو بچھایا ہے اور کشمیری عوام کے لئے روزگار تجارت اور معاش کے ذرائع محدود اور غیر یقینی بنا دیئے ہیں۔ کشمیر سے باہر ہمارے روزگار کی ضمانت ہی کہاں ہے اور ہماری برآمدات کے فروغ کی کوئی گارنٹی بھی نہیں ہے، خود کشمیر وادی کے اندر بھارت کے حکمران اپنے سابق انگریز آقاؤں کے نقش قدم پر چل کر پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں اور مفادات و مراعات اس گروہ کا حصہ ہیں۔ جس نے ہمیشہ حکومت وقت کی حاشیہ برداری کو اپنا ایمان بنایا۔ یوں کشمیر میں ایک خود غرضانہ استحصالی نظام کی آبیاری ۱۹۴۷ء سے برابر جاری ہے۔ جو سر پھرے آقاؤں غلامی کے اس نظام کے خلاف آواز بلند کرنے کا ”جرم“ کرتے ہیں۔ ان کی زبان بندی اور دل آزاری کے لئے آقا اور غلام کا اشتراکی نظام ہر قسم کے کالے نظر بندی قوانین کا سہارا لیتا ہے۔ اور ایک آزاد

اور بے لاگ جمہوری نظام کو قائم کرنے کا موقعہ نہیں دیتا۔ ۱۹۴۷ء سے آج تک کشمیر میں مفاد خصوصی عناصر استحصال کرنے والوں اور پیورو کریٹوں نے سوشلزم کی قبا اوڑھ کر خوفناک طاقت حاصل کی ہے۔ جس کی بدولت یہ عناصر تجارت اور اقتصادیات میں ایک نیا سرمایہ دارانہ نظام اور سیاست میں مطلق العنانیت اور ایڈمنسٹریشن میں نظم قائم کر کے ڈوگرہ عہد کے نظام جاگیرداری کی جگہ لے چکے ہیں۔ یہ عناصر چروں پر چرے بدلتے ہوئے ۱۹۴۷ء سے آج تک برابر بددیانتی کے ساتھ کشمیر پر حکومت کرتے آ رہے ہیں۔ غلیظ اور ناجائز ذرائع سے دھن دولت کے انبار لگانے کے بعد ریاستی حکمران اور ان کے سیاسی حواری راتوں رات لکھ پتی بن گئے۔ اقتصادی کرپشن نے ہر نئی وزارت میں ایک نئی کروٹ بدلی اور حکمران سیاست کاروں کے مصاحبوں نے بے اندازہ فصل کاٹی۔ بھارت کے ساتھ الحاق نے کشمیر کو رشوت ستانی اور بدعنوانی سے آزاد کرنے اور اونچے درجے کے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے میں منفی کردار ادا کیا۔ یعنی ہر قسم کی بدنامی، غلاطت اور زیادتی کو الحاق ہند کے پیرھن میں چھپنے اور پھپھنے کی کھلی چھوٹ حاصل رہی کیونکہ کشمیر پر بھارت اپنی گرفت مضبوط سے مضبوط تر کرنے اور ایک غیر فطری الحاق قائم رکھنے کو اتنی بھاری اہمیت دیتا ہے کہ وہ اس کی خاطر ایک عادلانہ اور ایمان دارانہ جمہوریہ کے تمام اصول کشمیر کی حدود میں ایک بدیانت اور ظالمانہ نظام پر قربان کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ بدعنوانی اور رشوت ستانی کی شکایتوں کے باوجود کسی بھی وزارت نے اپنے پیش روں کا محاسبہ نہیں کیا اور نہ موجودہ حکومت اپنے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود اپنے پیش روں کے خلاف کوئی انقلابی اقدام اٹھا سکی بلکہ آج بھی وزرا، امرا اور ان کے حواری ناجائز رعایتوں اور فائدوں کی مسلسل بارش میں عیش و عشرت کی گھناؤنی دنیا بسا رہے ہیں۔

حق خود ارادیت کی جدوجہد میں ہمارے فرائض

وطن عزیز کی آزادی کی خاطر جدوجہد کرنے کا مقدس فرض اصل میں خود کشمیر کے عوام پر عاید ہوتا ہے جس کے لئے ہمیں اپنی سیرت کو ایمان، اتحاد، نظم، بے باکی، وفاداری، بے غرضی خلوص اور قربانی کے شامل و خصائل سے آراستہ کر لینا ہو گا۔ ہم میں بہت سے پڑھے لکھے لوگوں اور دانشوروں نے ابھی تک آزادی کی اہمیت، قدر و قیمت اور غلامی کے برے اثرات اور نقصانات کا صحیح صحیح اندازہ نہیں کیا ہے اس لئے آقا اور غلام کا جو اشتراکی نظام برسوں سے کشمیر پر مسلط ہے۔ یہ اس میں بے چین اور مضطرب نہیں ہیں۔ غلامی میں کسی انسان کا اضطراب اور کشمکش کے بغیر زندگی بسر کرنا اس کے کسی نفسیاتی مرض مثلاً "ذہنی و فکر افلاس کی غمازی کرتا ہے۔ ایک پرندہ بھی بنجرے یا جال میں پھنسنے کے بعد اپنی کسی نہ کسی حرکت سے اپنی بے چینی کا مظاہرہ کرتا ہے یقیناً ہماری قوم میں باعمل اور بے چین افراد کا قحط نہیں ہے لیکن گفتار کے ان غازیوں کا بھی کچھ شمار نہیں ہے جو خالی خالی بحثوں اور باتوں میں الجھ کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے بھی اس کارخیر میں اپنا حق ادا کر دیا ہے کچھ اور لوگ ہیں جو اپنے مفادات کے سمیت موجودہ نظام میں اتنا ملوث ہو گئے ہیں کہ انہیں ذرا سی سیاسی تبدیلی میں اپنے مفادات و مراعات کی پوری عمارت زمین بوس ہوتی نظر آتی ہے۔ اس قسم کے بزدل اور کوتاہ اندیش لوگ آقا اور غلام کے زمانہ اشتراک میں ہر قوم میں پیدا ہو گئے ہیں۔ انگریز نے بھی اسی قبیل کے عناصر ہندوستان میں پیدا کئے تھے۔ ان لوگوں کی آراء کا کوئی وزن اور اعتبار نہیں ہے۔ چاہے یہ دانشوری کا دعویٰ ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔ ان کی اصل پوزیشن نوکروں اور چاکروں سے ذرا بھی اونچی نہیں ہے۔ یہ جدوجہد اور تحریک کا مذاق اڑا کر آزادی پسندوں کی حوصلہ شکنی کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان کے فتوؤں سے ڈر کر لوگوں کو اپنی راہ نجات چھوٹنی نہیں چاہئے۔

ہمارا سوال کوئی ذہنی ورزش Mental Exercise یا دانش ورانہ فیشن

Intellectual Fashion نہیں ہے۔ کہ آپ فراغت کے وقت اپنی درس گاہ، دانش گاہ لائبریری، ریڈنگ روم، دکان، ہوٹل، کافی ہاؤس میں بیٹھ کر ٹیبل ٹاک کے ذریعے اس پر تبصروں سے فضا کو بھریں۔ کشمیر کے سوال پر ذہنی ورزش کا لطف اٹھانے کی خاطر بحثا بحثی کرتے ہوئے آزادی حاصل نہیں کی جاسکتی۔ یہ کسی خاص ملک کی ذمہ داری بھی نہیں ہے کہ ہم اسی پر تکیہ کریں، اور خود ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تماشہ دیکھیں اللہ نے جو فرض ہم پر عاید کیا ہے۔ اس کو درد سر خیال کر کے دوسرے کے سر تھوپنا حماقت، غفلت اور خود غرضی کا نام ہے۔ اگر آپ دنیا کے حالات و واقعات کا مشاہدہ اور مطالعہ کر رہے ہیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ قوموں کی زندگی اور موت سے تعلق رکھنے والے سوالات، بازی گری، جاو گری یا ہاتھ کی صفائی سے ملے نہیں ہوتے نہ آسمان سے فرشتے اتر کر کسی سوئی ہوئی قوم کے بدلے میدان میں لڑتے ہیں البتہ جب کوئی قوم میدان عمل میں لگا تار اپنی جدوجہد سے عظمت کردار کا مظاہرہ کرتی ہے تو اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور واقعی معجزے بھی رونما ہوتے ہیں اقبالؒ کا اشارہ ان ہی اقوام کی طرف ہے۔

دگرگوں جہاں انکے زور عمل سے بڑے معرکے زندہ قوموں نے مارے مجرم کی تقویم فردا ہے باطل گرے آسمان سے پرانے ستارے اگر ہم کابلی، کم ہمتی اور کم نظری کے مرض میں برابر مبتلا رہے تو غالب ظہر، ہماری آبرو اور آرزو کی پروا کئے بغیر آخر کار ہمارا اور ہماری نسلوں کا حلیہ اور ذہن قلم طور پر بگاڑ کر رکھے گی ہم ایک غیر محسوس غذاب میں مبتلا رہیں گے اور فتنہ ہمیں اور زیادہ سخت سزاؤں کا شکار بنائے گی۔ ہم اپنی تاریخ، تعلیم تمدن اور اپنے دین سے اتنا دور ہو جائیں گے کہ ہمیں پہچاننا اوروں کے لئے مشکل ہو گا اسی لئے ہمیں منظم اور متحدہ جدوجہد کی عادت ڈال کر ہر گھڑی آزمائشوں اور طوفانوں کو سر کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جانا چاہئے۔

یونیورسٹیوں، کالجوں، ہائی اور ہائر سیکنڈری اسکولوں میں ہماری نئی نسل کی خاصی بڑی تعداد زیر تعلیم ہے۔ جس میں سال بہ سال اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن جس نظام فکر و فلسفہ کے ماتحت اس پود کی تعلیم و تربیت ہو رہی ہے۔ اس میں یہ امید رکھنا عبث ہے کہ یہ عصر آزادی یا انقلاب اسلام کا ساتھ دے گا جب سے ہندوستان نے اس ریاست کی قضا و قدر پر اپنی گرفت سخت کر دی ہے نئی نسل کی تعلیم کو بھی

سیاسی مقاصد کے حصول کا ایک ذریعہ بنا دیا گیا ہے تعلیم کے نام پر ہماری تعلیم گاہوں میں جو آداب و افکار سکھائے جا رہے ہیں۔ ان کا اولین مقصد یہ ہے کہ کلرکوں کی ایک ایسی جماعت وجود میں آئے جو غلامانہ آداب کی خوگر ہو اسلام سے بے زار اور آزاد ہو اور اپنی روٹی کے لئے غلامی کی مشینری کے اندر کسی بھی پرزے کی حیثیت سے فٹ ہونے کے لئے تیار رہے۔ اس غرض کی خاطر ہمارے تعلیمی اداروں میں طلبہ کے سینوں سے وطن کی آزادی کا جذبہ خارج کرنے اور غیرت و حمیت کے اوصاف مٹانے کی مشق مسلسل جاری ہے تاکہ لوگ غلامی کے آداب سیکھیں اور ان آداب کے مستقل خوگر بن جائیں۔ اسی طرح سچے حریت پسند نوجوانوں کے جذبہ حریت کو کچلنے اور انہیں مایوسی کا شکار بنانے کے لئے ان کی کردار کشی بھی کی جاتی ہے تاکہ حریت پسند افراد ایک دوسرے کو مشکوک قرار دے کر میدان عمل سے دست کش ہوں۔ اس صورت حال کو زیر نظر رکھ کر حریت پسندوں کا فرض ہے کہ وہ تعلیمی اداروں کی طرف ٹھوس توجہ دیں ورنہ ہمارے بچاؤ کا آخری موقعہ بھی ہاتھ سے نکل جائے گا ہمیں اس بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ ہمارے بہت سارے طلبہ مہم جو جلد باز اور شورش پسند واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے ہمیں سلیقے اور تدبیر کے ساتھ اپنے ہمدردوں کا کاروان منظم کرنا چاہئے اور خالص جذبات کی رو میں بہہ کر عاجلانہ اقدامات سے گریز کرنا چاہئے۔ مہم جوئی اور عجلت بازی سے کوئی معرکہ سر نہیں ہوتا نہ کوئی انقلاب برپا ہوتا ہے برعکس اس کے شورش آور افراد اکثر ناکام اقدامات کے بعد فرسٹیٹ ہو جاتے ہیں اور فرار کی راہ اپناتے ہیں۔ انقلاب کا سرچشمہ عوام ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے بڑے انقلابی اقدامات سے پہلے عوام کی اچھی خاصی تعداد کو انقلاب پسند بنایا جانا ضروری ہے۔ جہاں عوام میں آزادی اور انقلاب کی اہمیت و افادیت کا شعور ہی مفقود ہو، وہاں چند آدمی انقلاب آور انتہائی اقدامات اٹھائیں بھی تو وہ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوں گے خاص کر ایک ایسے ملک میں جہاں کسی بیرونی ملک کی غلامی کا جوا اتار پھینکنے کا سوال سامنے ہو۔ جو اصحاب تحریک حریت کشمیر کی تاریخ سے واقف ہیں، کشمیری عوام کے مزاج شناس ہیں، اور تحریک آزادی کے ہی خواہ ہیں۔ ان کا اصل کام یہ ہے کہ وہ خود منظم ہوں، اوروں کو منظم کریں اور آزادی کے سچے تصورات کو اہل وطن کی زندگیوں کا ایمان بنائیں۔ نیز ہوشمندی سے اپنے بے قرار، خام کار اور ہنگامہ پرست نوجوانوں کو باز باز کرنا کامیوں، محرومیوں اور شکستوں سے

بچائیں۔ ایسا اسی صورت میں ممکن ہے۔ جب عوام کی طاقت و حمایت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ہو اور ہر قسم کے اقدامات کی خاطر موقع و محل کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہو، نیز کم عمر عناصر کے ہاتھوں میں زمام کار نہ دی گئی ہو۔ کشمیر میں آزادی اور انقلاب کے حصول کا جذبہ آہستہ آہستہ گذشتہ چند برس سے سرد پڑ رہا ہے اس جذبے کے احیاء نو کی عملی صورت یہ ہے کہ ریاست میں اعلیٰ سطح کے چند ایسے تعلیمی ادارے قائم کئے جائیں جہاں نہ صرف جذبہ حریت کی حفاظت کا پورا سامان میسر ہو بلکہ اس قسم کے تعلیمی اداروں سے فارغ ہونے والے طلبہ کی کھیپ سے ہی ہمیں انقلاب پسندوں اور حریت پسندوں کے مختلف دستے بہ آسانی حاصل ہوں اس قسم کے معیاری تعلیمی اداروں کا قیام صرف اس صورت میں عمل میں آئے گا جب ہمارے پاس اچھے خاصے وسائل ہوں۔ ہمارے سرمایہ داروں کے دلوں میں آزادی وطن سے محبت اور غلامی سے نفرت پیدا ہو، اور ان میں غیرت ملی کا احساس ابھر آئے یا پھر عوام کے مختلف طبقوں میں اس بات کا جذبہ رندانہ پیدا ہو کہ وہ ایک ہوشیار اسلامی قوم کی حیثیت سے اس وطن کی تقدیر کو سنواریں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری وادی میں اس وقت بھی بعض پرائیویٹ تعلیمی ادارے قائم ہیں، کچھ مذہبی، تعلیمی ادارے بھی ہیں لیکن ان کے اندر آزادی اور انقلاب اسلام کا کوئی تصور ہی نہیں۔ دوسرے پرائیویٹ تعلیمی ادارے تو محض سوداگری اور دکان داری کے معاشی مقاصد کے حصول کی خاطر کھولے گئے ہیں۔ بہر حال اس قسم کے اکثر غیر سرکاری اور نیم سرکاری تعلیمی ادارے، سرکاری تعلیمی اداروں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ اسلام کے تصورات کو یہاں بھی وہ مقام نہیں ہے۔ جس کا وہ ایک مسلم تعلیمی ادارے میں مستحق ہے۔ وطن کی آزادی کی تحریک کو طالب علموں میں داخل کرتے وقت ہمیں اس بات کا خاص خیال رکھنا ہو گا کہ ہم نو عمر طلبہ کو تحریک میں اتنا ملوث نہ کریں کہ وہ تعلیم سے ہاتھ دھو کر اپنا مستقبل تباہ کر دیں۔

طالب علموں کے علاوہ معاشرے کے جو دوسرے لوگ ہماری تحریک آزادی کے لئے کسی نہ کسی میدان میں کار آمد ثابت ہوں گے۔ وہ وکیل، ڈاکٹر، انجینئر، دانش ور ہیں۔ اسی طرح تاجر کسان اور مزدور بھی نظر انداز نہیں کئے جانے چاہیں۔ ان سب سے ان کی صلاحیتوں اور قوتوں کے مطابق کام لیا جانا چاہئے۔ غرض وہ کوئی شعبہ باقی نہ رہے جہاں ہماری حمایت کا چشمہ نہ پھوٹے اور ہمارے ساتھی نہ ہوں۔

مسجدوں کا استعمال

مسلم دنیا کو خواب گراں سے جگانے اور انقلاب کے راستے پر ڈالنے کے لئے مسجدوں کا کردار موثر اور تاریخ ساز رہا ہے۔ دنیائے اسلام میں آزادی وطن کی تحریکوں کے دوران مسجدوں نے مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ انگریز کے خلاف ہند کی جنگ آزادی میں ہماری مساجد کا کردار واقعی نڈر تھا۔ ایران کا حالیہ لرزہ خیز انقلاب بھی مسجد سے ہی پھوٹ پڑا۔ اب اس انقلاب کے دفاع کی لڑکار بھی مساجد سے بلند ہو کر دنیا کی سب سے بڑی ایٹمی طاقت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر چکی ہے۔ اس طرح اسلام میں مسجد صرف ایک عبادت گاہ ہی نہیں، ایک تربیت گاہ اور انقلاب کا سرچشمہ بھی ہے۔ مسجدوں کی اہمیت کے خوف سے ہی کمیونسٹ حکومتوں نے اپنی مسلم مقبوضات میں پہلے بہت ساری مسجدوں کو ڈھا دیا اور بعد میں رہی سہی مسجدوں کو اپنے تنظیمی ڈھانچے میں جکڑ دیا اور اپنے فرمان برداروں کو ان مسجدوں میں امامت و وعظ پر مامور کر دیا۔ ۱۹۷۸ء میں جب روسی کمیونسٹوں نے خلق پارٹی اور پرچم پارٹی کے روپ میں کابل پر سرخ راج مسلط کیا تو سب سے پہلے کئی مسجدوں کو ڈھا دیا گیا۔ ان کو چلانے والے حریت پسند دینی رہنماؤں کو بے رحمی سے قتل کیا گیا، جب عوام کے راجح دینی جذبات کا عملی مظاہرہ سامنے آگیا تو چند مسجدوں پر رنگ و روغن چڑھانے کا اعلان کیا گیا اور اس کی خوب پلٹائی اندر اور باہر کرائی گئی۔ ہمارے سیکریٹریز اور حکمران بھی منبر و محراب پر قابض ہیں اور ہمارے اکثر اوقاف حکمران جماعت کی گرفت میں ہیں۔ جن کا نظام غیر جماعتی اور غیر سیاسی بنیادوں پر جمہوری اور شورائی طرز سے چلانے کے لئے کبھی نام کے عام انتخابات بھی عمل میں نہیں لائے گئے ہیں۔

ہمارے وطن کی مسجدوں نے ماضی میں ڈوگرہ استبداد کے خلاف اہم حصہ ادا کیا۔ پھر حق خود ارادیت اور رائے شاری کی تحریک کے دوران برسوں تک یہی مسجدیں سحر آفرین رول ادا کرتی رہیں۔ جامع مسجد سری نگر اور درگاہ حضرت بل کی مساجد کے رول کو دیکھ کر سارا ہندوستان لرزہ برانداز ہوتا تھا۔ یہ ہمارے لئے مستقل لیکچر ہالوں کا کام بھی دیتے تھے۔ جہاں ہم ہر جمعہ تجدید عہد کیا کرتے تھے۔ اقتدار کے ایوانوں کو یہاں کے میناروں سے بلند ہونے والی للکاروں کا ہمیشہ ڈر لگا رہتا تھا۔ لیکن افسوس کہ اب ہماری مسجدوں سے وہ تاریخی اور دینی حق چھین لیا گیا ہے ہمارا منبر و محراب گرم فغاں نہیں رہا ہے۔ اسے خاموش کر دیا گیا ہے۔ خطیبوں کے بزدلانہ اور

حریت دشمن پارٹ سے ہمارا خدا ہمارے ارباب منبر و محراب سے بے زار ہو چکا ہے۔ اگر کوئی بے خطر دیوانہ یہاں سے انقلاب اسلام اور آزادی وطن کی بات کہے تو ارباب اقتدار ہی نہیں ارباب منبر و محراب بھی ایسے گستاخ کو بلیک لسٹ کر کے آئندہ اس سے محتاط رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے اس رول نے ہماری قوم کو کمزور، مفلوج، بزدل اور عافیت کوش بنا دیا ہے۔ اور ہماری آنے والی نسلوں کے لئے راستہ اور بھی زیادہ کٹھن بنا دیا ہے۔

بلاشبہ یہ ہمارا دینی حق ہے کہ ہم اپنی مساجد کو درس جہاد انقلاب وطن اور انقلاب اسلام کے لئے استعمال کریں، ان سے وہ کام لیں جو دوسرے اپنے ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشنوں، اخبارات اور پارلیمنٹوں سے لیتے ہیں اور دنیا کو بتائیں کہ مسجد بے روح مسجدوں کے لئے نہیں بلکہ یہی انقلاب کا اصل اور طاقتور سرچشمہ ہے۔ جس کا یہ مقام اور رول خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعین کیا تھا۔ ارباب اقتدار ہماری زبان پر سنہرے بٹھکتے ہیں لیکن وہ مسجد کے داخلے اور روزن بند نہیں کر سکتے۔ اگر انہوں نے شکست خوردگی میں یہ انتہائی اقدام بھی اٹھالیا تو انقلاب کا شعلہ جوالا ان کو آنا، فنا، بھسم کر ڈالے گا۔ لیکن یہ سب کچھ اس بات پر منحصر ہے کہ سلیم الفطرت اور جسارت پسند عناصر کے دل کے دل منظم ہوں اور مساجد کے ارباب اختیار کو اپنی روش اور اپنا ضمیر بدلنے پر مجبور کریں جب تک کسی مسلمان قوم کا مزاج خانقاہی رہے گا، اس وقت تک وہ انقلاب کی راہ پر گامزن نہیں ہوگی۔

تیسرا امام بے حضور حیرتی نماز بے سرور

ایسے امام سے گذر ایسی نماز سے گذر

اس ساری تنگ و تاز کے دوران ہمیں اپنے اندر ایک ایسے وطنی انقلاب کا شعور و احساس زندہ کر لینا چاہئے جس کی بنیاد کسی مادہ پرستانہ تصور پر نہیں، بلکہ اسلام کے آفاقی اور انقلابی نظریات پر رکھی گئی ہو۔ انقلاب وطن بجائے خود کوئی نصب العین نہیں ہے۔ یہ ایک عظیم الشان نصب العین کے حصول کا ذریعہ ہے۔ وطن کے سیاسی انقلاب کے حصول کی جدوجہد میں مقناطیسی کشش پیدا کرنے اور اس راہ کے قشيب و فراز کا بہادرانہ مقابلہ کرنے کے لئے قوم کو طاقت ور تعلیمات کا دامن تھامنا چاہئے۔ ملت اسلامیہ کے جز کی حیثیت سے ہم اسلام کے بغیر اور کس کا دامن تھام سکتے ہیں، اور اس سارے کے بغیر اور کون سا سہارا ہمیں زیب دیتا ہے۔ قدیم اور جدید دور

کے لہجہ، جاہلانہ، کافرانہ اور راہبانہ نظریات ہمارے دشمن ہیں۔ اسلام سے ان کا مقابلہ کرنے اور ماضی و حال میں ان کا حشر دیکھنے کے بعد ہمیں ان کے ریا اور افلاس پر اور بھی زیادہ سخت یقین ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کل جن قوموں نے بڑی جلد بازی میں سوشلزم و کمیونزم کو خوش آمدید کہا تھا وہ آج اس نظام و فلسفہ سے تنگ آگئی ہیں۔ فقط چند جاہلانہ قوانین اس کی کھوکھلی عمارت کو ابھی تک سہارا دے رہے ہیں۔ اور اس کے ایٹم اور ہائڈروجن بموں کے ذخیرے سے یہ ہم جیسی کمزور اقوام پر اپنا دبدبہ قائم رکھے ہوئے ہیں۔ بہر حال خدا اور پیغمبر خدا پر ایمان ہی ایک ایسی روشنی ہے جو انقلاب کے حصول کی جدوجہد میں ہمیں برابر راستہ دکھاتی رہے گی اور منزل کی نشاندہی کرے گی۔

اپنی سیاسی آزادی کے حصول کی جدوجہد کے دوران ہمیں اپنے ہمدرد ممالک کے ساتھ دوستانہ روش پر چلنا چاہئے۔ کسی ہمدرد ملک کے ساتھ کسی موقع پر بگاڑ پیدا کر کے ہماری تحریک کو الٹا نقصان ہوگا۔ ہمارے مفاد میں یہی ہے کہ ہم اپنے کسی ہمسایہ ہمدرد کے داخلی سیاسی جھمیلوں میں ٹانگ اڑانے سے قطعی طور پر پرہیز کریں۔

اقوام عالم سے چند باتیں

ہندوستان نے یہ خیال کیا ہے کہ کشمیری مسلمان اس کے دشمن ہیں اور اس کی سالمیت کو سہار کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ لیکن کوئی کشمیری اس کی سالمیت کے خلاف نہیں ہے۔ وہ صرف ریاست جموں و کشمیر کے لئے برسوں سے حق خود ارادیت کے حصول پر زور دے رہے ہیں، ہندوستان کے چوٹی کے لیڈر خود بھی اس حق کے قائل رہے ہیں۔ اور اس پر بے شمار قسمیں کر چکے ہیں۔ انگریز کی سامراجیت اور نو آبادیت کے خلاف لڑتے لڑتے وہ اسی حق و آزادی کی تلاش میں اپنا وقت، مال اور خون آدم نذر کر چکے ہیں۔ صرف کشمیری عوام کے اس حق کی بحالی کے بعد ہند کی آزادی اسم با مسمیٰ بن جائے گی اور اس کے کروڑوں بھوکے منگے اور بے مکان لوگ معاشی راحت کی راہ کو پالیں گے۔ اگر حق خود ارادیت کے ذریعے کشمیر ہند کے فوجی تسلط سے باہر آگیا تو اس سے ہند کی سلامتی سالمیت اور سرداری مجروح نہیں ہوگی۔ کیونکہ اقوام متحدہ نے ابھی تک کشمیر کو ہند کا حصہ تسلیم نہیں کیا ہے۔

حیرت ہے کہ روس کی اشتراکی حکومت نے ہمارے حق خود ارادیت کے سوال کے خلاف دشمنانہ روش کا کھلم کھلا مظاہرہ کیا ہے پتہ نہیں اسے حق خود ارادیت سے کیوں عناد ہے اور وہ کس منہ سے خود کو محکوم اقوام کا غم گسار کہتا ہے۔ جب کہ اقوام متحدہ کے اندر اور باہر کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کے کاڑ کو سبوتاژ کرنے میں اس کا خاص رول رہا ہے۔ وہ جمہوری ذرائع اور اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق ہماری آزادی کے نام سے بھی ڈرتا ہے۔ حالانکہ خود اس کے دستور نے سوویت یونین میں شامل جمہوریتوں کے لئے مملکت سے الگ ہونے کا حق تسلیم کیا ہے۔ ہم روس کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ کشمیری عوام کی تحریک کو بڑی طاقتوں کی رسہ کشی سے

اب سنٹرل ایشیاء کی تمام ریاستیں خود مختار ہو گئی ہیں اور سوویت دوس مٹ کر صرف روسی فیڈریشن ہے۔

کوئی غرض نہیں ہے۔ ہم اس میں ہرگز شریک اور طرف دار نہیں ہیں۔ ہمارا واحد مدعا اپنے لئے ایک باختیار اور آبرو مندانه مستقبل کا حصول ہے تاکہ ہم اپنی تاریخ، روایات اور ضروریات کے مطابق ایک ایسا سماجی نظام قائم کریں جو استحصال سے پاک ہو اور معاشی و سائنسی ترقی کا ضامن ہو اگر روس کے حکمران افریقہ میں نو آبادی راج کے خلاف ہیں تو وہ کشمیر میں ہند کی کارروائیوں کی کس پیانے سے حمایت کر رہے ہیں۔ اگر نمیبیا کی تحریک برحق ہے تو کشمیر کی آزادی کا مطالبہ کیوں اس کی نظر میں ناحق ہے؟

ہم عالم عرب اور ایران کی سرزمین انقلاب میں آباد اپنے کروڑوں دینی و روحانی بھائیوں سے بھی یہی امید رکھتے ہیں کہ وہ ہماری صدائے حریت و اسلام کی حوصلہ افزائی اور ہمارے دشمنوں کی حوصلہ شکنی کریں گے اور اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے ہندوستانی رہنماؤں کو تنازعہ کشمیر پر اپنی موجودہ پالیسی تبدیل کرنے پر تیار کریں گے۔

ہم دنیا کی تمام آزاد اقوام اور بااثر طاقتوں سے اپیل کر رہے ہیں کہ وہ ہمیں متانت اور شائستگی کے ماحول میں اپنی قسمت کا آخری فیصلہ کرنے کا موقعہ دیں۔ ہمیں آزادی اور خوش حالی کی آرزو ہے اور ہم اپنی ان تمناؤں کی خاطر تمام قوموں کے ساتھ دوستوں کی طرح زندہ رہنا چاہتے ہیں۔

ہمارا یقین

ہمیں حق خود ارادیت کی صداقت پر کامل یقین ہے کہ یہی وہ راستہ ہے جس پر ہند اور پاکستان کا تنازعہ مٹ سکتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمارا چراغ تندو تیز ہواؤں میں برابر جلتا رہے گا یہاں تک کہ یہ ستم رسیدہ لوگ اپنی منزل کو پالیں گے۔ جو لوگ اس خوش فہمی میں گرفتار ہیں کہ ہمارا سوال اب دم توڑ چکا ہے۔ وہ غور سے سن لیں کہ صرف وہی لوگ دم توڑ چکے ہیں جنہوں نے سودا بازیاں کیں۔ جب تک اس قوم میں ایک بھی حریت پسند زندہ ہے، یہ سوال باقی رہے گا۔ وقت آنے پر ایک ایسی نسل پل کر جواں ہوگی، جس کے ساتھ معاملہ کرنا ہند کے لئے بہت دشوار ہوگا اور جو اپنی غصہ شدہ آزادی بحال کر کے ہی دم لے گی۔ انشاء اللہ!

اپنی اس جدوجہد کے دوران صورت حال کی روشنی میں ہمارے داؤ بیچ بدل

بھی سکتے ہیں لیکن ہماری اصل منزل ہماری نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتی اب تک ہم اپنی تحریک اس بنیاد کے تحت چلاتے آئے ہیں جسے انجمن اقوام متحدہ فراہم کر چکی ہے اور جس کی تائید و تصدیق ہندو پاکستان بھی کر چکے ہیں اور وہ ہے ادارہ اقوام متحدہ کے زیر نگرانی ایک آزاد و غیر جانب دار رائے شماری یہ ایک معقول اور ایماندارانہ طریقہ کار ہے تاہم اگر فریقین نیک نیتی اور سنجیدگی کے ساتھ تیسری دنیا کے اس سنگین سوال کو حل کرنا چاہتے ہیں اور فی الحقیقت ان کے ذہن میں اس سوال کا کوئی اور آبرو مندانه حل گردش کرتا ہے تو انہیں چاہئے کہ وہ اس کا انکشاف کریں ہم ضرور ان کی متبادل تجویزوں کو سننے کے لئے تیار ہیں لیکن اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے اور اس کے باوجود ہمیں اپنی ایماندارانہ راہ سے ہٹانا چاہتے ہیں تو وہ اس میں کامیاب نہیں ہوں گے ہم ہر قیمت پر اپنی انقلابی راہ پر گامزن رہیں گے جو ہمیں حق خود ارادیت اور اسلامی انقلاب کی منزل سے ہم کنار کر سکے اور برصغیر ہند اور پاکستان کے کروڑوں عوام کے لئے پائیدار امن اور دوستی کے ایک نئے عہد کا دروازہ کھول دے۔

وما علینا الا البلاغ

Bibliography

1. Struggle for freedom of Kashmir by P.N. Bazaz.
2. The story of Integration by V.P. Menon.
3. Kashmir & Power Politics by Bamzai.
4. Independence & After (Speeches of Nehru spt. 46 May 49)
5. My Years with Nehru by B.N. Mulik
6. Fifty Years As journalist by Mulik Raj Saraf.
7. U.N. Mediation in Kashmir by surinder Chopra.
8. Kashmir constitutional History & Documents by M.K. Teng R.K. Bhat Santosh Koul.
9. The Danger in Kashmir by Dr. Joseph Carbel.
10. Testament of Sheikh Abdullah by V.D. Gundevia.
11. Indian Express Delhi, 16-6-1977- Article by Balrajpur.
12. Kashmir conspiracy case-Report 9 (3).
13. Report 9 "IZHARI-HAQ" Kashmir conspiracy case.
14. Repot 7 "Verbal & written statements of sheikh. Abdullah in Kud conspiracy case 12-8-1966.
15. Monthly "NUSRAT" Lahore Kashmir Number 1960.
16. "Awazi Haq" Speeches of Sheikh Abdullah 13-1-53. to 7-3-1958.
17. Report 9 (i) Izhari Haq Kashmir conspiracy case-A brief answer of Sheikh Abdullah to the discussion of the Petitioner.
18. Speeches of Shere-Kashmir 15-2-1968.
19. Speeches and Interviews of Shere Kashmir.
20. Sheikh Abdullah, Kashmir Democracy & Indopak, relations by P.N. Bazaz.
21. Indian Express 21 March, 17 Oct, 1969.
22. Statesman New Delhi-16, 18-10-1969, 25-2-1969.
23. Hindustan Times 23 August.
24. Daily Kashmir Times Jammu, 23-3-1974.
25. MotherLand Delhi, 23-3-1974.
26. Weekly "Azan" 21-12-1972.
27. Daily "Azan" Sgr. 10-8, 29-9, 18-11, 4-12-1973, 7-4 1974, 14 spt. 77
28. Daily Aftab Srinagar, 22, 23, 24, 5-1973, 4, 6, 9, 14, 16, 31-7, 10.20 25-8, 19,9 18-10, 15, 16, 19, 29-11, 25, 28-12-74, 7, 16, 25-1, 7, 15, 20, 27-2, 4, 28-3, 10-5, 18-101975 13, 14-9, 16-10- 77, 17, 24-1, 17, 8-2, 7-5-1978.
29. Daily Srinagar Times 26-5-1973, 2-4, 16-7-1974 1-8-1975.
30. Daily Aftab -27, 29-7-1980 & Srinagar Times 29-7-1980.